مروّجہ نظامِ زمینداری اور اسلام

(قسط ۶)

—— ازقلم: مولانا محمد طاسین ——

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ مزارعت سے متعلق مرفوع احادیث کے درمیان اجمال و تفصیل کی قسم کا اختلاف تو ضرور پایا جاتا ہے لیکن مزارعت کے جواز و عدم جواز سے متعلق حقیقی معنوں میں تعارض نہیں پایا جاتا کیونکہ تعارض کے لئے جن امور کا وجود ضروری ہے وہ یہاں موجود نہیں لیکن اگر اس کے باوجود یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تعارض موجود ہے بعض احادیث مزارعت کے جواز پر اور بعض عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں تو پھر آئیے یہ دیکھیں کہ متعارض احادیث کے متعلق محدثین کرام اور علماء اصول الحدیث اور اصول الفقہ نے جو اصولی ضابطہ مقرر فرمایا ہے اس کے مطابق ان احادیث میں سے کونسی قابل اعتبار اور قابل قبول ٹھہرتی اور کون سی ناقابل اعتبار اور ناقابل قبول قرار پاتی ہیں۔

وہ اصولی ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ سے متعلق احادیث میں اختلاف و تعارض پایا جاتا ہو یعنی جب قوت اور صحت کے لحاظ سے مساوی درجہ کی احادیث میں سے بعض ایک چیز کے جواز پر اور بعض اس کے عدم جواز پر دلالت کر رہی ہوں، تو اس اختلاف و تعارض کو سلجھانے اور رفع کرنے کے تین طریقے ہیں: نسخ کا طریقہ، جمع و تطبیق کا طریقہ اور ترجیح کا طریقہ، رفع تعارض کے ان تین طریقوں پر محدثین و فقہاء کا اتفاق ہے۔ البتہ ان کی ترتیب میں ان کے مابین ضرور اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک سب سے پہلے نسخ کا طریقہ، پھر ترجیح کا طریقہ، پھر جمع و تطبیق کا طریقہ اور آخر میں توقف ہے۔ علامہ ابن الہمام حنفی نے کتاب التحریر فی الاصول میں اسی ترتیب کو اختیار کیا ہے۔ بعض شافعی علماء کے نزدیک پہلے جمع و تطبیق کا طریقہ، پھر نسخ کا طریقہ، پھر ترجیح کا طریقہ ہے۔ بعض کے نزدیک پہلے ترجیح، پھر جمع و تطبیق اور تیسرے نمبر پر نسخ کا طریقہ ہے، اور

بعض کے نزدیک پہلے ترجیح، پھر نسخ اور پھر جمع و تطبیق کا طریقہ ہے۔ سب کے نزدیک آخر میں توقف و ترک ہے، ہر فریق نے اپنے اپنے موقف کی تائید میں دلائل پیش کئے ہیں جن کی تفصیل متعلقہ کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، چونکہ میرا مقصد مذکورہ تراتیب میں سے ہر ترتیب سے یکساں طور پر حاصل ہوسکتا ہے لہذا اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ دلائل کے لحاظ سے مذکورہ تراتیب میں سے کونسی ترتیب زیادہ صحیح و معقول ہے۔

نسخ کے طریقہ کا مطلب ہے کہ جس مسئلہ سے متعلق احادیث میں اختلاف و تعارض ہے اگر وہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں نسخ ہوسکتا ہے تو جو بلحاظ زمانہ پہلے کی ہوں انہیں منسوخ اور جو بعد کی ہوں انہیں ناسخ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی کچھ مزید وضاحت یہ کہ اگر وہ مسئلہ جس کے متعلق احادیث میں تعارض ہے ان مسائل میں سے ہے جو ایمانی عقائد اور اصولِ دین سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ ناقابل نسخ ہوتا اور سرے سے نسخ کے طریقہ میں آتا ہی نہیں، اور اگر وہ ایسے عملی مسائل سے تعلق رکھتا ہے جو قابل نسخ ہوتے ہیں تو اس میں نسخ کا قاعدہ جاری ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ کہ اگر ان متعارض احادیث میں ایسے لفظی و معنوی قرائن اور داخلی و خارجی شواہد پائے جاتے ہوں جن سے بعض احادیث کا تقدم اور بعض کا تأخر ظاہر ہوتا ہو تو متقدم احادیث کو منسوخ اور متأخر احادیث کو ناسخ سمجھ کر منسوخ کو ترک اور ناسخ کو اختیار کر لیا جاتا ہے۔

ترجیح کا طریقہ یہ کہ متعارض احادیث میں سے جس کے اندر وجوہ ترجیح پائی جاتی یا نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہوں اس کو راجح سمجھ کر اختیار کر لیا جاتا اور جس میں وجوہ ترجیح نہ پائی جاتی یا کم پائی جاتی ہوں اسے مرجوح جان کر ترک کر دیا جاتا ہے۔ وجوہ ترجیح محدثین کے نزدیک کثیر التعداد ہیں، علامہ حازمی نے کتاب الاعتبار میں وہ پچاس تک لکھی ہیں جبکہ علامہ السیوطی نے تدریب الراوی میں ان کی تعداد سو تک پہنچا دی اور مزید کی گنجائش رکھی ہے۔

جمع و تطبیق کا طریقہ یہ کہ کسی خارجی دلیل کے تحت متعارض احادیث کے معنیٰ مفہوم میں تاویل اور رد و بدل کر کے ان کو ایک مطلب پر جمع کیا جاتا اور ایک کو دوسرے کے ایسے مطابق و موافق بنا دیا جائے کہ دونوں پر عمل ہوسکے۔

ترک و توقف کا مطلب یہ کہ جب دو متعارض احادیث کے درمیان نہ ناسخ

ومنسوخ کا تعین ہوسکتا ہو اور نہ راجح و مرجوح کا تعین، اور نہ ان کے مابین جمع و تطبیق کی کوئی صورت نکل سکتی ہو تو ان احادیث کو چھوڑ کر آثار صحابہؓ یا قیاس کو اختیار کر لیا جاتا ہے

نسخ کے طریقہ سے احادیث مزارعت کا جائزہ

مزارعت سے متعلق متعارض احادیث کا جب ہم مذکورہ اصولی ضابطے کی روشنی میں جائزہ لیتے اور سب سے پہلے ان کو نسخ کے طریقے سے دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ ان میں سے بعض منسوخ اور بعض ناسخ ہو سکتی ہیں کیونکہ جس معاملۂ مزارعت سے ان کا تعلق ہے اس میں نسخ ہو سکتا ہے۔ نیز ان کے اندر ایسے لفظی و معنوی قرائن و شواہد بھی پائے جاتے ہیں جن سے بلحاظ زمانہ بعض کا متقدم اور بعض کا متأخر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ان سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں مزارعت کا عام رواج تھا۔ دوسرے لوگوں کی طرح مسلمان بھی مزارعت پر زمینیں کاشت کے لئے دیتے تھے اور ایک عرصہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس عرصہ میں مسلمان ربوٰ تک کا لین دین کرتے تھے۔ اس سے بھی ان کو نہیں روکا گیا جس کی وجہ یہ کہ اب تک اس بارے میں قرآن مجید کے اندر کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ بلکہ بعض احادیث سے ایسا بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا کہ میں اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دے سکتا ہوں تو آپؐ نے نفی و اثبات میں کوئی جواب نہ دیا اور سکوت فرمایا۔ یہ حدیث میں کچھ آگے محدث الحازمی کی کتاب الاعتبار سے نقل کروں گا۔ البتہ جب قرآن مجید میں تحریم ربوٰ کی آیات آخر میں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوٰ سے مشابہ و مماثل ہونے کی وجہ سے مخابرت و مزارعت سے بھی منع فرمایا، اس سے پہلے جیسا کہ بعض روایات سے عیاں ہوتا ہے آپؐ نے کراء الارض کی بعض ایسی شکلوں سے جو عموماً نزاع و جھگڑے کا باعث بنتی تھیں اس وقت منع فرمایا جب

آپؐ کے سامنے نزاع و جھگڑے کے کچھ مقدمات آئے۔ لیکن مطلق مزارعت سے تحریم ربٰو کے بعد منع فرمایا، جن احادیث سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے وہ میں پہلے پیش کر چکا ہوں، ان احادیث میں اس قسم کے جو الفاظ ہیں: (۱) کانوا یزرعون بالثلث والربع والنصف فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ ارض الحدیث" (۲) کنا نخابر قبل ان ینہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخبر الحدیث"۔ (۳) کنا فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نأخذ الارض بالثلث او الربع بالماذیانات فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذٰلک فقال من کانت لہ ارض الحدیث (۴) کنا نحاقل الارض علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنکریہا بالثلث والربع والطعام المسمّٰی فنہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نحاقل الحدیث (۵) کان الناس یکرون المزارع بما یکون علی الساقی وبما یسقی بالماء مما حول البئر فنہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذٰلک "الحدیث"

علماء حضرات جانتے ہیں کہ کانوا یزرعون، کنا نخابر، کنا نأخذ الارض، کنا نحاقل اور کان الناس یکرون المزارع ماضی استمراری کے صیغے ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ماضی میں مزارعت، مخابرت، محاقلت اور کراء الارض پر عمل استمرار کے ساتھ ہوتا چلا آرہا تھا اور فقال النبیؐ، فقام رسول اللہ فی ذٰلک فقال، فنہانا رسول اللہ، فنہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فاءِ تعقیب اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ممانعت بعد میں وارد ہوئی، اور پھر کنا نخابر قبل ان ینہانا رسول اللہ صلعم میں تو پوری صراحت ہے کہ مزارعت کی نہی کا زمانہ بعد کا ہے۔ رہا یہ کہ وہ زمانہ تحریم ربٰو کے بعد کا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ احادیث میں اس کی پوری صراحت و وضاحت ہے کہ جب آیات تحریم ـــــ نازل ہوئیں تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مخابرہ کو نہ چھوڑے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جائے یا یہ کہ اس کے لئے اللہ اور رسولؐ کی طرف سے اعلان جنگ ہے، اسی طرح جن احادیث میں مزارعت کو ربٰو فرمایا گیا ہے وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا زمانہ تحریم ربٰو کے بعد کا زمانہ ہے، علاوہ ازیں عقل و دانش کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مزارعت کی ممانعت، ربٰو کی ممانعت کے بعد وجود میں آئے کیونکہ معاشی معاملات میں سب سے برا اور ظالمانہ معاملہ ربٰو کا معاملہ ہے۔ جب تک اس کی ممانعت نہ ہو اس وقت تک مزارعت وغیرہ کی

ممانعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہاں بطور جملہ معترضہ یہ عرض کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ جہاں تک ربٰو کے حرام و باطل ہونے کا تعلق ہے ظلم و حق تلفی پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ روزِ اوّل سے حرام و باطل معاملہ تھا سابقہ ادیان اور کتب سماویہ میں اسے حرام بتلایا اور اس سے منع کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا واضح ذکر ہے، لیکن مسلمانوں کے لئے اس کی تحریم کا اعلان اور ممانعت کا حکم ابتدا ہی میں نہیں بلکہ کافی تاخیر سے ہونا ایک خاص حکمت عملی پر مبنی تھا جسے اسلام نے اپنے قوانین کے نفاذ میں پوری طرح ملحوظ رکھا ہے اور وہ یہ کہ کسی قانون کو اس وقت نافذ کیا جائے جب اس کے لئے موافق و سازگار ذہنی و خارجی حالات پیدا ہو جائیں کیونکہ اس کے بغیر پہلے تو اس کا نفاذ عمل میں آ ہی نہیں سکتا اور کسی طرح آ جائے تو پائیداری کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔ ضرور اس کا ایسا ردِّ عمل ظاہر ہو کر رہتا ہے جس کا ضرر حاصل شدہ فائدے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا جب تک وہ ذہنی و خارجی حالات پیدا نہ ہو گئے جو ممانعت ربٰو پر عمل کرنے کے لئے ضروری تھے اس وقت تک اس ممانعت کو معرضِ التوا میں رکھا گیا اور جب وہ مطلوبہ حالات وجود میں آ گئے تو اس کو قانونی طور پر ممنوع قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ اس وقت اس سے وہ دوسرے معاشی معاملات بھی ضرور متاثر ہوئے جن میں کم و بیش ربٰو کی برائی پائی جاتی تھی۔ اور وہ ربٰو سے مشابہ و مماثل تھے اور جن میں سرِ فہرست مخابرت و مزارعت کا معاملہ تھا۔ لہٰذا خصوصیت کے ساتھ اسے منع فرمایا گیا، اس کا مطلب یہ کہ مزارعت کی ممانعت کا حکم بلحاظِ زمانہ مؤخر ہے لہٰذا ناسخ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے پہلے خاص طرح کے حالات کی وجہ سے اس کا جو عبوری جواز تھا وہ اب ختم اور منسوخ ہو گیا۔

واضح رہے کہ ناسخ و منسوخ احادیث کے موضوع پر محدثین نے جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان میں امام حافظ ابوبکر الحازمی کی کتاب جس کا نام ہے "کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار" خصوصی اہمیت رکھتی اور متعدد مرتبہ طبع ہو چکی ہے، علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں امام ابوبکر محمد بن ابی عثمان الحازمی الہمدانی الملقب زین الدین کے متعلق لکھا ہے :-

كان احد الحفاظ المتقنين الصالحين وغلب عليه الحديث وبرع فيه واشتهر به و صنف فيه وفي غيره كتبا مفيدة منها الناسخ والمنسوخ في الحديث .... الخ

وہ ان حفاظِ حدیث میں سے ایک تھے جو اتقان و رسوخ کے ساتھ صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ تھے علم حدیث کا ان پر غلبہ ہوا، اس میں انہوں نے کمال حاصل کیا اور محدث کی حیثیت سے شہرت پائی، حدیث میں اور دوسرے علوم میں مفید کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سرفہرست کتاب الناسخ والمنسوخ فی الحدیث ہے

علامہ السبکی نے طبقات الشافعیہ میں ان کے متعلق جو لکھا ہے اس میں سے بعض جملے اس طرح ہیں:

قدم بغداد عند بلوغه واستوطنها وتفقه بها على مذهب الشافعي وجالس علماءها وتميز وفهم وصار من احفظ الناس للحديث واسانيده ورجاله مع زهد وتعبد ورياضة وذكر وصنف في علم الحديث مصنفات واملى عدة مجالس وكان يغلب عليه معرفة احاديث الاحكام.

بلوغت کے وقت بغداد آئے اور اسی کو وطن بنایا، وہیں شافعی مذہب کے مطابق فقہ حاصل کی، وہاں کے علماء کی مجالس میں بیٹھے اور علم و فہم میں امتیاز پایا، زہد و عبادت، ریاضت، ذکر کے ساتھ ساتھ حدیث، اس کی اسانید اور اس کے رجال کے سب سے بڑے حافظ بنے اور علم حدیث میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں اور متعدد علمی مجالس میں درس حدیث دیا؛ احادیث احکام کی معرفت ان کی نمایاں خصوصیت تھی۔

ابن النجار نے ان کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

كان من الائمة الحفاظ العالمين بفقه الحديث ومعانيه ورجاله الف الناسخ والمنسوخ (مقدمة كتاب الاعتبار)

ابوبکر الحازمی ان ائمہ اور حفاظ حدیث میں سے تھے جو حدیث کی فقہ اور حدیث کے معانی و مطالب اور اس کے رجال کو جاننے والے تھے، انہوں نے حدیث کے ناسخ و منسوخ کے موضوع پر کتاب تالیف فرمائی۔

(بقیہ صـ ۴۴ پر)